شذرات

پاکستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ حکومت نے قومی تعلیم کے سلسلے میں کوئی پالیسی بنائی ہو اور اس میں دینی و عربی تعلیم دینے والے مدارس اور دارالعلوموں کا ذکر ہو اور غیر ملکی غلامی کے طویل دور میں ان مدارس نے اسلام اور ملت اسلامی کی جو خدمات انجام دی ہیں، سرکاری طور پر کسی تعلیمی دستاویز میں انہیں تسلیم کیا گیا ہو۔ نیز اس دینی و عربی تعلیم کے نظام کو بہتر بنانے اور اس سے فارغ التحصیل ہونے والوں کے لیے قومی حکومت کی ملازمتوں کے دروازے کھولنے کی سفارش کی ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ آخر کار ہماری حکومت کو اس کلاسیکل (قدیم) نظام تعلیم کے وجود کا احساس ہوا، اور اس سرزمین میں انگریزی تسلط کے دوران اس نے جس طرح دین اسلام، اسلامی علوم، اسلامی تہذیب اور ہماری قومی و اسلامی شخصیت کو محفوظ رکھا، نہ صرف محفوظ رکھا، بلکہ شہر شہر، قصبے قصبے اور گاؤں گاؤں مدرسے قائم کر کے ان سب کو اتنا پھیلایا کہ ڈیڑھ سو سال کی اجنبی غلامی کے باوجود ہمارا مسلمان ہونے کا شعور پہلے سے زیادہ ہے۔ ان چیزوں کا اعتراف کیا۔

موجودہ حکومت کی طرف سے اس جولائی میں نئی تعلیمی پالیسی کے بارے میں تجاویز شائع ہوئی ہیں ان میں جدید تعلیم کے سکولوں اور کالجوں کے ساتھ ساتھ قدیم تعلیم کے مدارس کا بھی ذکر ہے اور ان کے نظام تعلیم میں مناسب تبدیلیاں کرنے اور ان کے فارغ التحصیل طالب علموں کے لیے بہتر مواقع فراہم کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔

ان تجاویز میں ان لوگوں کی رائے مسترد کر دی گئی ہے، جو چاہتے ہیں کہ قدیم نظام تعلیم کو بالکل ختم کر دیا جائے۔ یہ اقدام ان تجاویز کے نزدیک نہ صحیح ہو گا اور نہ دانش مندانہ ہی۔ کیونکہ پاکستان کو تو ایک نظریاتی وحدت کی ضرورت ہے نہ کہ نظریاتی خلا کی۔ یہ قدیم نظام تعلیم جاننے اس دور میں ارتقاء پذیر ہوا جب یہاں مسلمانوں کی اپنی حکومت تھی۔ اس عہد میں اس نے نہ صرف بڑے بڑے مفکر اور عالم پیدا کیے بلکہ اسلامی سلطنت کے اعلیٰ سے اعلیٰ اہل کار و منتظم بھی اسی نظام تعلیم سے فارغ ہو کر نکلتے تھے۔ اسلامی اقتدار ختم ہونے کے بعد جب یہاں انگریز آئے اور انہوں نے یہاں ایک ایسا نظام تعلیم نافذ کیا جس سے

ایک طرف ان کا مقصد یہ تھا کہ انہیں حکومت کا کاروبار چلانے کے لیے کلرک مل سکیں تو دوسری طرف جدید نظام تعلیم کے بانی لارڈ میکالے کے پیش نظر اس کا مقصد یہ تھا کہ "اس سے ایسے لوگ نکلیں جو خون ورنگ میں تو ہندوستانی ہوں اور اپنے مذاق، خیالات، اخلاق اور ذہنی لحاظ سے انگریز ہوں"۔ یہی نظام ہمیں ورثے میں انگریزی عہد سے ملا۔ اب اگر ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور قدیم نظام تعلیم کے مدارس کو، جو ہمارے بزرگوں نے گزشتہ صدی کے اواخر سے اس غرض سے قائم کرنے شروع کیے تھے کہ جس طرح بھی ممکن ہو، وہ اسلامی علوم اور اسلامی تہذیب کو آنے والے سیلاب سے بچا سکیں اور وہ اس میں بہت حد تک کامیاب بھی ہوئے۔ کلیتہً ختم کر دیتے ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم اپنی ملت کا رشتہ ماضی سے کاٹ دیتے ہیں اور اس طرح ان سب چیزوں سے محروم ہو جاتے ہیں جن سے کہ ملت کا معنوی وجود عبارت ہے۔ جس کے بقا اور ترقی کے لیے مملکتِ پاکستان کا مطالبہ کیا گیا، اور مسلمانانِ پاک وہند نے اسے حاصل کرنے کی جدوجہد کی۔

نئی تعلیمی پالیسی میں اس امر کی بھی صراحت کی گئی ہے کہ گزشتہ دو صدی کے عرصے میں ان عربی مدارس نے صرف دینی علوم کی تعلیم ہی کو اپنے نصاب میں رکھا اور ان جدید علوم کو یکسر نظر انداز کر دیا، جو سکولوں اور کالجوں میں پڑھائے جاتے تھے، اس سے جہاں یہ ہوا کہ قدیم نظام تعلیم عصری ضرورتوں کو پورا کرنے میں ناکام رہا، وہاں جدید نظام تعلیم میں ان ضرورتوں کا بالکل خیال نہ رکھا گیا، جو ایک مسلمان قوم کو مسلمان بنانے کے لیے لازمی ہیں۔ غرض بنیادی کمی قدیم نظام تعلیم میں بھی ہے اور جدید میں بھی اور موجودہ حکومت کی نئی تعلیمی پالیسی میں اسی کو پورا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس سلسلہ میں تجویز یہ کیا گیا ہے کہ ایک تو عربی مدارس کو برقرار رکھتے ہوئے ان میں ریاضی اور دوسرے سائنسی علوم کی تعلیم کا انتظام کیا جائے اور دوسرے ان مدارس کے فارغ التحصیل طالب علموں کو سرکاری ملازمتوں کے معاملے میں ان کے برابر جدید تعلیم پائے ہوئے طلبہ کے درجے پر رکھا جائے اور اس وقت عربی مدارس کے طالب علموں کی سرکاری ملازمتوں میں ———— اسے ختم کر دیا جائے۔

نئی تعلیمی پالیسی میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب تک ہمارے ہاں کے ان دو مروجہ نظام ہائے تعلیم کے درمیان پچھلے ڈیڑھ سو سال سے جو بُعد اور مغائرت چلی آتی ہے۔ اسے دور نہیں کیا جاتا، نہ یہ مملکت نظریاتی

اعتبار سے مضبوط بنیادوں پر کھڑی ہو سکتی ہے اور نہ قوم کی معاشی و اجتماعی ضرورتیں پورا کرنے کی راہ نکل سکتی ہے۔

ہمارے ہاں کے عربی مدارس کی تنظیم کے ضمن میں تجاویز میں مشرقی پاکستان کی مثال دی گئی ہے بتایا گیا ہے کہ وہاں کے عربی مدارس میں مختلف درجوں میں کوئی ۶ لاکھ طالب علم ہیں۔ ان درجوں کے نام یہ ہیں:۔ داخل، فاضل، عالم اور کامل۔ حکومت مشرقی پاکستان نے ان عربی مدارس کی تعلیم کے نصاب اور معیار پر نظر رکھنے کے لیے ایک صوبائی مدرسہ تعلیمی بورڈ قائم کر رکھا ہے۔ اب ان عربی مدارس میں حکومت کی نئی تعلیمی پالیسی کی تجویز کردہ اصلاح کا نافذ کرنا چنداں مشکل نہیں ہوگا اور جب یہ نافذ ہو گئی تو ان مدارس کے فارغ التحصیل اصحاب کو تمام سرکاری ملازمتوں میں داخل ہونے کے لیے وہی درجہ دیا جا سکتا ہے جو ان کے برابر کے سکولوں اور کالجوں کے فارغ التحصیل طلبہ کو دیا جاتا ہے۔ مشرقی پاکستان میں تو یہ کام بآسانی ہو سکے گا کیونکہ وہاں پہلے سے عربی مدارس ایک نظام کے تحت ہیں اور ایک سرکاری تعلیمی بورڈ ان کی نگرانی بھی کرتا ہے۔

تجاویز میں ان مشکلات کا ذکر کیا گیا ہے، جو اس سلسلے میں مغربی پاکستان کے عربی مدارس کو مجوزہ تعلیمی نظام کے مطابق بنانے میں پیش آئیں گے۔ بتایا گیا ہے کہ ایک تو مغربی پاکستان کے عربی مدارس کے کوئی اعداد و شمار نہیں، جن سے یہ معلوم کیا جا سکے اس صوبے میں کل کتنے مدارس ہیں۔ وہ کہاں کہاں ہیں۔ ان کا نصاب تعلیم کیا ہے اور اساتذہ اور طالب علموں کی تعداد کتنی ہے۔ دوسرے ان مدارس پر کسی قسم کا کوئی کنٹرول نہیں۔ ظاہر ہے جب یہ حالت ہے تو ان کو ترقی دے کر اس درجے پر لانا کہ ان کے پڑھے ہوئے قومی حکومت کے محکموں میں اسی طرح داخل ہو سکیں جیسے جدید سکولوں اور کالجوں کے تعلیم یافتہ داخل ہو سکتے ہیں، ناممکن ہے۔ چنانچہ نئی تعلیمی پالیسی میں تجویز کیا گیا ہے کہ مشرقی پاکستان کے خطوط پر مغربی پاکستان میں بھی ایک صوبائی مدرسہ تعلیمی بورڈ قائم کیا جائے جو ان عربی مدارس کے نظام کار کو ضابطے میں لائے، تاکہ آگے چل کر یہ عربی مدارس ہمارے نئے تعلیمی نظام کا ایک جزو بن جائیں

اس سے کہیں یہ نہ سمجھا جائے کہ ان مدارس کی اپنی انفرادیت ختم ہو جائے گی۔ یقیناً وہ اسی طرح عربی مدرسے رہیں گے، لیکن ان میں چند جدید علوم پڑھانے کا انتظام ہوگا۔ اور یاد رہے کہ اسلامی تاریخ کے دور عروج میں نام نہاد دینی اور دنیوی علوم کی موجودہ تقسیم نہ تھی اور ہمارے علماء جہاں دینی علوم میں

مہارت تامہ رکھتے تھے، وہاں اس زمانے کے جملہ علوم میں بھی انہیں پورا درک ہوتا تھا۔ اسلامی مراکز تعلیم کی بھی وہ خصوصیت تھی جس کی وجہ سے یورپی ملکوں کے طالبانِ علم ان کا رُخ کرتے اور وہاں سے فیض یاب ہوکر انہوں نے اپنے اپنے ملکوں کو علم و حکمت کی نئی راہیں دکھائیں۔

یہاں یہ ذکر کرنا نامناسب نہیں ہوگا کہ مغربی پاکستان کے محکمۂ اوقاف کے سامنے شروع سے یہی مقصد رہا ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ عربی مدارس کی اصلاح ہو، سب ایک نظام کے تحت آجائیں ان کی مالی حالت اچھی کی جائے اور جس طرح سکولوں اور کالجوں کو حکومت گرانٹ دیتی ہے، اس کے عربی مدارس بھی مستحق قرار دیے جائیں۔ اور سب سے مقدم یہ کہ ان مدارس میں پڑھانے والوں اور پڑھنے والوں کے لیے عزت و وقار، ترقی و خوشحالی کے مواقع ہوں محکمۂ اوقاف نے اس سلسلے میں اپنی بساط کے مطابق بہت کچھ کیا ہے۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ حکومت پاکستان نے اپنی نئی تعلیمی پالیسی میں محکمۂ اوقاف کے اس موقف کو اپنا لیا ہے۔ یقیناً اب محکمہ اوقاف کا کام آسان ہو جائے گا۔ اور ملت موجودہ تعلیمی دوعملی سے نجات پا سکے گی۔

انتقالِ پُرملال

اس ماہ کا شمارہ مکمل ہو چکا تھا کہ یہ جاں کاہ خبر ملی کہ محکمۂ اوقاف کے سابق مشیر تعلیم و مطبوعات سردار فضل حمید صاحب ۲۴ ستمبر کو اس دارِ فانی سے رحلت کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کچھ عرصہ سے بیمار تھے۔ میو ہسپتال میں آپ کے گردے کا اپریشن ہوا۔ اس تکلیف سے جاں بر نہ ہو سکے اور جاں، جاں آفریں کے سپرد کر دی۔

محکمۂ اوقاف کے تمام افسران کے علاوہ ناظم اعلیٰ اوقاف جناب محمد مسعود صاحب نے بھی جنازہ میں شرکت کی اور جمعرات کو شعبۂ تعلیم و مطبوعات میں تعطیل کا حکم دیا۔ یہ حادثہ محکمۂ اوقاف سے وابستہ تمام افراد اور خاص طور پر شعبۂ تعلیم و مطبوعات کے لیے انتہائی رنج والم کا باعث ہے۔ ہم سب دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ درجات نوازے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ہم سب، مرحوم کے اعزہ اور پس ماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

اس شمارہ میں مرحوم کا آخری مضمون شائع کر رہے ہیں جو انہوں نے ہمیں گزشتہ ماہ عنایت کیا تھا۔